سیر و سوانح

مولوی سیّد قطب شاہ بریلوی اور ان کے مقدمہ کے بعض پہلو

ڈاکٹر اقبال حسین

۱۸۵۷ء کی پہلی جنگ آزادی ہندوستان کی تاریخ میں بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس جنگ کے دوران ہمیں بے شمار ایسے کردار نظر آتے ہیں جنھوں نے جرأت رندانہ سے کام لیا، اپنی حیثیت کے مطابق اس جنگ میں حصہ لیا، قید و بند کی صعوبتیں اٹھائیں اور دار پر چڑھا دیے گئے۔ ۱۸۵۷ء کی تاریخ کا ایک دل چسپ پہلو یہ بھی ہے کہ بہت سے افراد پر حکومت وقت کے خلاف بغاوت یا حکمراں ٹولہ کے افراد کے قتل یا قتل میں مدد و معاون ہونے کے الزام میں فرد جرم عائد کی گئی، مقدمات چلائے گئے اور عام طور پر یا تو انھیں دار پر چڑھا دیا گیا یا حبس دوام عبور دریائے شور (کالا پانی) کی سزا سنا دی گئی۔ خدا ہی جانے کتنے جیالے برطانوی حکومت کی نام نہاد عدلیہ کا شکار ہو کر وطن عزیز سے دور، قید و بند کی زندگی گذار کر وہیں پیوند خاک ہو گئے۔ تاریخ کے صفحات میں گو کہ ۱۸۵۷ء کے بہت سے مجاہدین کے کارنامے محفوظ ہیں لیکن بہت سے مجاہدین کے متعلق ہمیں کچھ بھی علم نہیں کہ وہ کون تھے اور ان کا کیا انجام ہوا۔ اس دور کے مقدمات کی فائیلوں کے مطالعہ سے بعض افراد کے متعلق دل چسپ حقائق ضرور سامنے آجاتے ہیں۔ اس مقالہ میں ایک ایسے ہی مقدمہ میں ماخوذ مجاہد آزادی کا ذکر ہے جس پر فرد جرم عائد کی گئی، مقدمہ چلا اور سزائے موت سنا دی گئی بعد ازاں سزائے موت کو حبس دوام میں تبدیل کر دیا گیا۔ دونوں صورتوں میں انجام ایک ہی تھا۔ اس دور ابتلاء میں حکومت کا از خود مقدمات پر نظر ثانی کر کے فیصلوں کو تبدیل کرنا عجیب سا معلوم ہوتا ہے۔ اس مضمون میں ۱۸۵۷ء کے ایک ایسے ہی مقدمہ کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔

بریلی شمالی ہند کے صوبہ یوپی کا ایک اہم اور تاریخی مقام ہے۔ مئی ۱۸۵۷ء میں شمالی ہند

کے عوام برطانوی تسلط اور استبداد کے خلاف متحد ہوکر آزادی کی جنگ میں کود پڑے تھے۔ بریلی میں مجاہدین آزادی کی قیادت حافظ الملک حافظ رحمت خاں کے پوتے خان بہادر خاں کر رہے تھے۔ خان بہادر خاں بہت پُرکشش شخصیت کے حامل تھے۔ ہرچند کہ حافظ الملک حافظ رحمت خاں کوئی سو سال پہلے اودھ کے حکمراں شجاع الدولہ اور گورنر جنرل وارن ہسٹنگز کی ناپاک سازش کا شکار ہوکر شہید ہو گئے تھے لیکن روہیلکھنڈ کے عوام میں ایک صدی گذر جانے کے بعد بھی ان کی مقبولیت کا اندازہ فارسٹر، سر جان اسٹریچی اور ایلیٹ کے بیان سے لگایا جا سکتا ہے کہ حافظ رحمت خاں اور دوسرے روہیلا سرداروں نے اپنے دور اقتدار میں عوام کو امن و تحفظ دیا جو اس عہد میں اُن کے ہم عصر حکمرانوں کے یہاں ناپید تھا۔[1]

خان بہادر خاں اپنی خاندانی نجابت و شرافت اور خود اپنی بے مثال زندگی کی وجہ سے بہت مقبول و معروف شخصیت کے مالک تھے۔ چنانچہ غدر کے ایام میں آپ کے گرد مختلف طبقات کے افراد کا جمع ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ ان افراد میں ایک مولوی سید قطب شاہ بھی تھے جن کا مقدمہ اس مضمون کا موضوع ہے۔

مولوی سید قطب شاہ بن بخش اللہ کے خاندانی حالات، ابتدائی تعلیم و تربیت کے متعلق کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ قرائن و شواہد سے یہ کہنا دشوار نہیں ہے کہ سید صاحب کا تعلق علمی خاندان سے رہا ہوگا کیونکہ جب ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کو بریلی میں عوام نے علم بغاوت بلند کیا تو سید صاحب بریلی کالج میں فارسی کے معلّم تھے۔[2]

سید صاحب کے بریلی کے باغی رہنما خاں بہادر خاں سے اچھے تعلقات تھے۔ خاں بہادر خاں نے بریلی کی نظامت سنبھالنے کے بعد سید صاحب کو نہتر کا سپرنٹنڈنٹ اور بہادری پریس (جو غالباً خان بہادر کی اعانت سے چل رہا تھا) کا ناظم بنا دیا تھا۔ بریلی میں ۱۸۵۷ء کی بغاوت کے درمیان سید صاحب کی نگرانی میں اور غالباً خود اُن کے قلم سے سات اعلانئے[3] شائع کیے گئے۔ پانچ اعلانیوں کا اب کوئی سراغ نہیں ملتا، دو اب بھی دستیاب ہیں۔ ایک اعلانیہ

---

[1] ملاحظہ ہو Forster, A journey from Bengal I p. 149
Strachey, Hastings and the Rohilla war, p. VII, The British colonies p. 330.

[2] سید اطہر عباس رضوی، فریڈم اسٹرگل ان یوپی، جلد پنجم، صفحات ۸۵-۸۳ و ۵ (آئندہ بحوالہ رضوی)

[3] رضوی۔ جلد پنجم ص ۵۸۶

خان بہادر خاں کے نام سے مطبع بہادری پریس بریلی سے شائع ہوا ہے جس میں ہندوستان کے راجاؤں اور نوابوں سے انگریزوں کے خلاف جہاد کی تلقین کی گئی ہے اور ان کے کالے کرتوتوں کو بے نقاب کیا گیا ہے[۱]۔ دوسرا اعلانیہ شہزادہ فیروز شاہ بن بہادر شاہ ظفر کی طرف سے شائع کیا گیا ہے جو مطبع بہادری پریس ہی سے شائع ہوا ہے[۲]۔ اس اعلانیہ میں ہندوؤں اور مسلمانوں سے اتحاد کی اپیل کے ساتھ غیر ملکی حکمرانوں کا قلع قمع کرنے کی درخواست کی گئی ہے اور انگریزی حکمرانوں کی بداعمالیوں کا ذکر کیا گیا ہے[۳]۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے دوران بریلی پر خان بہادر نے تقریباً ایک سال حکمرانی کی لیکن بالآخر برطانوی حکمرانوں کی ریشہ دوانیوں اور بہتر فوجی اور جاسوسی صلاحیتوں کی وجہ سے خان بہادر خاں اور ان کے رفقا کو پے درپے ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ بعدازاں یکے بعد دیگرے انھیں گرفتار کر کے دار پر چڑھا دیا گیا۔ مولوی سید قطب شاہ خان بہادر خاں کے ساتھ بریلی میں جہادیوں کے ساتھ سرگرم عمل رہے، خاں بہادر خاں کے بریلی چھوڑ دینے کے بعد مولوی سید قطب شاہ میرٹھ چلے آئے کیونکہ بریلی اور گردونواح پر انگریزوں کا اثر واقتدار قائم ہو چکا تھا۔ میرٹھ کی فوجی چھاؤنی میں مولوی سید قطب شاہ کے ایک عزیز سردار بہادر ملازم تھے۔ سید صاحب سردار بہادر کی سفارش پر فوج میں ملازم ہو گئے لیکن مخبروں اور خفیہ پولس نے انھیں بغاوت میں سرگرم عمل ہونے کے الزام میں گرفتار کرا دیا۔ ان کے خلاف چار الزامات عائد کیے گئے۔ اوّل۔ باغیوں کے رہنما اور لوگوں کو بغاوت پر اکسانے والے۔ دوم۔ ۳۱ مئی ۱۸۵۷ء کو انگریزوں کے قتل میں مدد ومعاون۔ سوم۔ سرکاری املاک کی لوٹ میں شرکت، چہارم۔ عام معافی کے اعلانیہ کے باوجود ہتھیار نہ ڈال کر بارہویں گھڑسوار فوج میں غلط نام سے ملازمت کا حصول بمقصد فریب دہی۔ چنانچہ ان الزامات کی بنا پر فرد جرم قائم کی گئی اور گواہان کے نام دیے گئے۔ فرد جرم اور گواہان کی شہادت کس حد تک غیر جانب دارانہ اور منصفانہ رہی ہوگی، اس

۱؎ ملاحظہ ہو "متن" عبدالرزاق، نوائے آزادی، صفحات ی تا م۔ انگریزی ترجمے کے لیے ملاحظہ ہو سید اطہر عباس رضوی، فریڈم اسٹرگل ان یوپی، جلد اول۔

۲؎ اس اعلانیہ کے مولف ڈاکٹر وزیر خاں صاحب بھی بتلائے جاتے ہیں، ملاحظہ ہو، رضوی، جلد پنجم ص ۳۸۱۔ ۳؎ رضوی، جلد اول، ص ۶۳-۴۵۹

پر بحث لاحاصل ہے لیکن ان کے مطالعہ سے بہت سی باتیں واضح ہوجاتی ہیں۔ سید صاحب پر فردِ جرم اور گواہان کی شہادت یوں ہے۔

اول :۔ انھوں نے (مولوی سید قطب شاہ) خود یورپین باشندوں کے قتل کے لیے احکامات صادر کیے۔

نام گواہان :۔ رام دین، گنیش، متر ا، راہول

دوم :۔ آپ نے بخت خاں (صوبہ دار توپ خانہ بریلی) سے ملاقات کی۔

نام گواہ : سید جاوید علی۔

سوم : آپ نے (سبز) علم بلند کیا۔

نام گواہ : سندر، حسین علی، متر ا، اور شفیع۔

چہارم : آپ نے اعلانیہ کو شائع اور مشتہر کیا۔

نام گواہان :۔ سندر لال، درگا مل، منو مل، چورا مل[1]

سید صاحب کے خلاف مقدمہ کی نوعیت اور شہادتوں کے معتبر ہونے کا اندازہ بخوبی کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ حسب معمول سید صاحب کو بھی رسمی سماعت کے بعد ۲۵ مارچ ۱۸۵۹ء کو سزائے موت سنا دی گئی۔ سید صاحب کے مقدمہ اور سزا کا ایک بہت دل چسپ پہلو مقدمہ کا فیصلہ ہے۔ فاضل جج نے اپنی تجویز میں لکھا کہ :

"قیدی قطب شاہ ایک وہابی ہے اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ ان کا مسلک کس قدر ناصلح مندانہ ہے۔ یہ (شخص) بریلی کالج میں ایک مدرس تھا جو یہ ثابت کرتا ہے کہ یہ تعلیم یافتہ آدمی ہے۔ یہ حلفیہ بیان کیا گیا ہے کہ ۲۱ مئی ۱۸۵۷ء کو یہ شخص شہر گیا اور یورپین باشندوں کے قتل کے لیے تقریریں کیں اس نے (سبز) علم بلند کیا جو عیسائی آبادی کے اخراج کے لیے اعلانیہ تھا۔ کچھ دنوں بعد اس شخص نے گورنمنٹ اسکول کی جائیداد کو نیلام پر چڑھا دیا۔ اسے خان بہادر کی حکومت سے ڈیڑھ سو روپئے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی۔ یہ بریلی چھبنی میں واقع سبزوں کا سپرنٹنڈنٹ مقرر کیا گیا تھا جیسا کہ اسے خود تسلیم ہے اور گواہان کی شہادت سے بھی ثابت ہے۔ اس نے باغیوں کے لیے اعلانئے شائع کیے جیسا کہ دو اشتہاروں سے ثابت ہوتا ہے جس پر قطب شاہ تحریر

---

[1] FOREIGN POLITICAL PROCEEDINGS, 27 MAY 1859, COURS. NO. 81, P. 175, NATIONAL ARCHIVES, NEW DELHI.

ہے اور جس کو قیدی تسلیم کرتا ہے۔
ایک دوسرے اعلانیہ کے بعض حصے جس کے ترجمہ کی تلخیص موجود ہے، قیدی جھٹلاتا ہے لیکن بظاہر یہ اسی ٹائپ میں ہے جیسے کہ پہلے دو۔
قیدی میرٹھ گیا جہاں ایک رسالدار سردار بہادر کی ضمانت اور تحریک پر، جواب اس سے کسی قسم کی شناسائی سے منکر ہے اور کہتا ہے کہ قیدی نے اسے غلط بیان دے کر دھوکہ دیا ہے۔ ملازمت حاصل کی۔"

تجویز میں یہ امر قابل ذکر ہے کہ انگریز جج کا قلم تمام حزم و احتیاط کے باوجود، بغیر کسی شہادت کے یہ لکھ گیا کہ "قیدی قطب شاہ ایک وہابی ہے اور ہم سب یہ جانتے ہیں کہ ان کا مسلک کس قدر ناصلح مندانہ ہے۔" اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ برطانوی حکمراں ٹولہ کے دل و دماغ پر سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا کس قدر خوف چھایا ہوا تھا۔ فیصلہ میں سید صاحب مذکور کو وہابی قرار دینے کا مقصد واضح طور پر ایسے عناصر کو تنبیہ کرنا تھا جو اب بھی سید احمد شہیدؒ کی تحریک سے وابستہ تھے بہرحال جہاں منصف کا دماغ پہلے ہی سے ایک فیصلہ کر چکا ہو اس سے انصاف کی کیا توقع! سید صاحب نے الزامات سے انکار کیا۔ یہ انکار جان بچانے کی غرض سے نہ تھا بلکہ حقیقت پر مبنی تھا۔ سید صاحب نے اشتہار کی اشاعت کو تسلیم کیا، جو حقیقت بھی تھی۔
اس ضمن میں جج موصوف نے اپنی تجویز میں ایک اور الزام کا اضافہ کر دیا، جس کا نہ تو گواہوں نے کوئی ذکر کیا تھا اور نہ ہی فرد جرم میں اس کا کوئی حوالہ تھا۔ وہ لکھتا ہے "یہ درست ہو سکتا ہے کہ ملزم نے جنگ میں حصہ نہ لیا ہو تاہم یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ فیروز شاہ کی فوج کے ہمراہ اس کے نائب کی حیثیت سے مراد آباد گیا تھا۔"

جج موصوف نے (جو دراصل اسپیشل کمشنر تھے جنھوں نے جج کے فرائض انجام دیے تھے) اخیر فیصلہ میں لکھا کہ یہ ایک نہایت سنگین حقیقت ہے کہ یہ شخص (قطب شاہ) جو اچھا مشرقی علم رکھتا ہے، اس نے خان بہادر خان کے نام سے اشتعال انگیز اشتہارات شائع کیے اور سردار بہادر جو اس کا سالا ہے، کی ضمانت پر کہ یہ شمالی ہند کا ایک پیرزادہ اور نیک آدمی ہے، میرٹھ میں بارہویں فوج میں ملازمت کی چنانچہ جج مذکور نے فیصلہ صادر کر دیا کہ سید صاحب پر پہلا، دوسرا اور تیسرا الزام پوری طرح ثابت ہے اس لیے اسے سزائے موت دی جاتی ہے۔[1]

---
[1] رضوی، جلد پنجم، صفحات ۸۵-۵۸۳

یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ الزام جرم ثابت ہو یا نہ ہو، ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ماخوذین میں شاذ و نادر ہی کوئی سزا سے بچا ہو۔ صرف دہلی میں ۲۷ ہزار مسلمانوں کو بغاوت کے الزام میں دار پر چڑھا دیا گیا[1] اس میں ان ہزاروں افراد کا کوئی شمار نہیں ہے جو جنگ آزادی کے دوران شہید ہو چکے تھے۔ ایسے دور میں جب کہ ذرا سے شبہ پر موت کی سزا بغیر کسی مقدمہ کی سماعت کے دی جاتی رہی ہو۔ سید قطب شاہ کے لیے پھانسی کی سزا تجویز کرنا کوئی اہم بات نہ تھی۔ لیکن اس دور کے برطانوی حکمرانوں کی دور بینی کی داد دینی پڑتی ہے کہ انھوں نے ایسی سیاست اپنائی تھی کہ صیاد بھی خوش رہے اور قیدی بھی۔ چنانچہ اسپیشل کمشنر بریلی کے اس فیصلہ کی نقل جب سکریٹری تک پہونچی تو اس نے سید صاحب پر عائد کردہ دوسری فرد جرم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور یہ اعتراض کیا کہ سید صاحب کے مقدمہ میں جو شہادتیں گزری ہیں ان کی روشنی میں یورپین افراد کا قاتل ہونا یا اس میں ملوث ہونا ثابت نہیں ہوتا۔[2] تاہم سکریٹری نے سید صاحب کو سرکار کے خلاف اسلام کا علم بلند کرنے اور اشتعال انگیز اشتہارات کی اشاعت کا مجرم قرار دے دیا اور ان کی تمام جائداد کی ضبطی کے احکامات کے ساتھ سید صاحب کو حبس دوام کی سزا دی[3] یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ سید صاحب کو یورپین افراد کے قتل میں اکسانے اور قتل کرنے میں جو گواہان پیش تھے سکریٹری مذکور نے ان کی شہادتیں رد کر دیں لیکن تعجب انگیز امر یہ ہے کہ ان ہی شاہدوں کے دوسرے بیانات جیسے کہ آپ نے (سبز) علم بلند کیا، اعلانیہ شائع کر کے مشتہر کیا کو تسلیم کر لیا۔ گو کہ ان کے ساتھ دوسرے گواہ بھی شریک تھے۔ پھر بھی سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا کسی بھی مہذب عدلیہ میں جب کوئی گواہ کسی بڑی شہادت (جیسے قتل) کے سلسلہ میں نامعتبر قرار پا جائے، تو پھر ایسے گواہان کی دوسرے گواہان کی شرکت کے ساتھ گواہی قابل قبول ہو سکتی ہے؟ بہر حال سید صاحب کے مقدمہ میں ایسا ہی ہوا۔ چار الزامات میں ایک میں وہی گواہان نامعتبر قرار پائے

---

[1] بپن چندرا، ماڈرن انڈیا، ص ۲۲۹

[2] Letter from Assistant Secretary to Government U.P. to H. Vanisttart Special commissioner, Bareilly (No. 1293 dt. 15 April (1859) and No 1725 (Judicial) dated 12 May 1859

[3] ایضاً

لیکن دوسرے تین الزامات میں ان کی شہادتیں اس قدر باوزن ثابت ہوئیں کہ سید صاحب کو حبس دوام کی سزا دے ہی دی گئی۔ سید صاحب کے قید وبند کے ایام کیسے گذرے؟ اس کے متعلق ہمیں کوئی علم نہیں ہوسکا۔ باور کیا جاتا ہے کہ سید صاحب بھی مولانا فضل حق خیرآبادی اور دیگر علمائے حق کی طرح جزائر انڈمان نکوبار (کالا پانی) میں قید وبند کی صعوبتیں سہتے سہتے وہیں پیوند خاک ہوگئے۔

اس مقدمہ کا ایک اور پہلو بھی قابل توجہ ہے۔ وہ یہ کہ بظاہر سکریٹری نے بڑی انصاف پروری کا ثبوت دیتے ہوئے سید صاحب کو پھانسی سے بچالیا لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ کیا یہ اقدام حقیقتاً برنبائے انصاف تھا یا اس کے پس پشت یہ مصلحت کارفرما تھی کہ مجاہدین آزادی کے ایک سرگرم اور فعال طبقہ کو پھانسی نہ دیکر حبس دوام کی سزا دے دی جائے تاکہ تاحیات ان کے اعزہ حکومت وقت کے خلاف سر اٹھانے کی ہمت نہ کرسکیں اور دوسرے بھی خوفزدہ ہوجائیں۔ برطانیہ کی اس حکمت عملی سے آزادی کی تحریک کو سخت نقصان پہونچا۔ مسلمان سیاسی قیادت سے محروم ہوگئے۔ ان کی بڑی تعداد مایوسی کا شکار ہوگئی اور پھر دھیرے دھیرے وہ دوسروں کی قیادت کے اسیر ہوکر رہ گئے۔

مکتبہ تحقیق سے آپ حسب ذیل کتب بھی طلب فرما سکتے ہیں

۱۔ بخاری شریف مترجم اردو کامل	۳۹۰/-	۱۲۔ سفینۂ نجات	۲۵/-
۲۔ مسلم شریف اردو کامل	۳۰۰/-	۱۳۔ آداب زندگی	۳۵/-
۳۔ موطا امام مالک اردو	۷۵/-	۱۴۔ خطبات مکمل	۳۰/-
۴۔ سیرت ابن ہشام اردو	۱۶۰/-	۱۵۔ پردہ	۲۲/-
۵۔ الرحیق المختوم	۱۰۰/-	۱۶۔ عورت اسلامی معاشرہ میں	۲۵/-
۶۔ سیرت محمد	۱۲۵/-	۱۷۔ معروف ومنکر	۳۵/-
۷۔ تاریخ اسلام مکمل	۱۵۰/-	۱۸۔ اسلام ایک نظر میں	۱۵/-
۸۔ تلخیص تفہیم القرآن	۱۲۵/-	۱۹۔ قرآن مجید کا تعارف	۱۱/-
۹۔ تفہیمات مکمل ۴ جلدیں	۸۵/-	۲۰۔ اساس دین کی تعمیر	۱۲/-
۱۰۔ رسائل ومسائل مکمل ۵ جلدیں	۱۱۰/-	۲۱۔ اسلام کی دعوت	۲۰/-
۱۱۔ زادِ راہ	۳۰/-		

منیجر ادارۂ تحقیق
پان والی کوٹھی۔ دودھ پور۔ علی گڑھ۔ ۲۰۲۰۰۱